"گستاخی"
کس چیز کا نام ہے؟

تصنیف لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملت، مفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحاج الحافظ

مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی

قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین ﷺ

گستاخی کس چیز کا نام ہے؟

تصنیف لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیض ملت، مفسر اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی دامت برکاتہم القدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد اللہ العلی العزیز الکریم ونصلی ونسلم علیٰ رسولہٖ الکریم الرحیم

وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

عوام بلکہ بہت سمجھدار لوگ سمجھتے ہیں کہ گستاخی شاید گالی دینے یا کسی کو کوئی عیب لگانے یا اس کی تحقیر و توہین کے الفاظ کا نام ہے۔فقیر امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عربی رسالہ ''تنزیہ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء'' کی مدد سے یہ مختصر تحریر پیش کر رہا ہے کہ گستاخی کی ایک اور قسم بھی ہے وہ یہ کہ ملائکہ وانبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم ﷺ کے لئے ایسے کلمات بولنا یا آپ ﷺ کی نسبت اقدس کو کسی حقیر و قبیح شے سے تشبیہ دینا بھی گستاخی ہے اور یہ عوام بلکہ بہت سے خود کو علماء کہلوانے والے کہہ گزرتے ہیں پھر انہیں اس پر آگاہ کیا جائے تو تاویلیں گھڑنے لگتے ہیں۔

مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور ﷺ کے علم کو پاگلوں سے تشبیہ دی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے چوڑھے چمار تک پہنچادیا مولوی گنگوہی وانبیٹھوی نے نبی ﷺ کے علم کو شیطان، ملک الموت کے علم سے گھٹادیا اور آپ ﷺ کی محفل میلاد کو کنہیا کے جنم کے مشابہ لکھ دیا (براہین قاطعہ) ابوالاعلیٰ مودودی ان سے بازی لے گیا کہ کبھی حضور ﷺ کو چرواہا لکھ دیا کہیں موسیٰ علیہ السلام کو ملنگ کہہ دیا (پردہ کتاب) اور اس نے بھی بارہا محفل میلاد کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ اس دن دیوالی ودسہرہ کی شکل دے دی گئی ہے اور عین میلاد کے دن لاہور میں شیطان کا علم بلند کیا گیا (معاذ اللہ) نوائے وقت۔

ان عبارات کی وجہ سے اہل سنت بریلوی، وہابیوں، دیوبندیوں اور مودودیوں سے متنفر ہیں۔انہیں عبارات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فتوائے کفر صادر فرمایا جس پر علمائے عرب وعجم نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق وتوثیق فرمائی جس کی تفصیل ''حسام الحرمین'' اور ''الصوارم الہندیہ'' میں ہے۔

فقیر اس رسالہ میں امام جلال الدین علیہ الرحمۃ کے رسالہ کی تلخیص مع اعتراضات عوام کو خود فیصل بناتا ہے کہ جو فتویٰ صدیوں پہلے امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرما گئے وہی آج امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ لکھ رہے ہیں بلکہ صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شعر لکھنے پر گستاخ لکھ دیا تفصیل آتی ہے۔

بکریاں چرانا

حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل تیار کر کے زندگی بسر فرماتے اگرچہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے لیکن بیت

المال سے کچھ نہیں لیا کرتے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ اور موسیٰ وشعیب علیہم السلام نے بکریاں چرائیں۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے نبوت کے اعلان سے پہلے بکریاں چرانے کو اختیار فرمایا تھا۔

حدیث شریف

ہر نبی علیہ السلام نے بکریاں چرائیں۔

نکتہ

بکریاں چرانے میں حکمت یہ ہے کہ انسان کو بکریوں سے رافت ورحمت قلبی نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ بکریاں تمام جانوروں سے ضعیف جانور ہیں۔ اسی لئے ان کی نگرانی قلب پر رافت ورحمت ہوتی ہے۔ جب خلقِ خدا سے واسطہ پڑے گا تو طبیعت کی تیزی اور ظلم وشدت کا مادہ پہلے سے لطف وکرم اور رافت ورحمت سے بدل چکا ہوگا اور اس کی فطرت حداعتدال میں رہے گی اور کسی پر ظلم وشدت اور ناجائز سختی نہ کر سکے گا۔ باوجودیکہ بکریاں چرانا انبیاء علیہم السلام کا پیشہ ہے لیکن انہیں چرواہا کہنا گستاخی ہے۔

چنانچہ روح البیان میں ہے کہ اگر کوئی کسی دوسرے کو بکریوں کا چرواہا کہہ کر عار دلائے تو وہ جواب میں کہے نبی کریم ﷺ بھی بکریاں چراتے تھے۔ ایسے جواب دینے والے کو سزا دی جائے اس لئے کہ بکریاں چرانا انبیاء علیہم السلام کے لئے کمال تھا لیکن دوسروں کے لئے تحقیر، اور تحقیقی امر میں تشبیہ دینا نبوت کی گستاخی ہے۔

قاعدہ رد وھابیہ

ہر وہ امر جو نبوت کے لئے کمال لیکن دوسرے کے لئے موجب حقارت ہو تو وہ لفظ نبی علیہ السلام کے لئے استعمال کرنا حرام ہے۔ مثلاً کوئی کسی سے کہے اے اُمی (ان پڑھ) وہ اسے جواب دے کہ کیا حضور ﷺ اُمی (ان پڑھ) نہیں تھے؟ ایسے شخص کو سزا دی جائے۔ (کذا فی انسان العیون)

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سلطان سلیم اول از خاقان عثمانیہ کے مندرجہ ذیل اشعار مبنی بر ترک ادب ہیں۔

یك گدا بود سلیما ن بعصا و زنبیل	یافت از لطف تو آں حشمت ملك آرائے
مصطفی بودیتیمی ز عرب پست درت	دادش انعام تو تاج شرف بالائے

اگر گدا گر سلیمان علیہ السلام عصا وزنبیل سے تیرے لطف سے وہ حشمت ملک آراء پایا

مصطفی ﷺ یتیم تھے عرب جیسے پست ملک میں پیدا انہیں تو نے تاجِ شرف وبزرگی کا انعام بخشا۔

درسِ عبرت

سلطان سلیم مرحوم نے سلیمان علیہ السلام کو گداگر اور حضور ﷺ کو یتیم کہا تو صاحب روح البیان نے اسے گستاخی لکھا باوجودیکہ یہ دونوں الفاظ ان حضرات علیہم السلام کی صفت واقعی تھی اور وہ بھی بارگاہِ حق کے لئے انہیں گداگر و یتیم کہا لیکن سلطان مرحوم کو معاف نہ کیا گیا بلکہ ان کے یہ الفاظ گستاخی میں شامل کئے گئے۔ بادشاہ کی نیت گستاخی کی نہ تھی اور نہ خلافِ واقعہ کہا لیکن گستاخوں میں شمار ہوئے۔ جو لوگ اس سے بڑھ کر عمداً گستاخیوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کا کیا حال ہونا چاہیے۔ وہی ان کا حال ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسام الحرمین میں بیان فرمایا:

فافهم وتدبر ولاتكن من الوهابيين

اسی قاعدے پر ہمارے نجدیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں کے جھگڑے کی بنیاد ہے۔ ان کی کتابوں میں نبوت کی گستاخی جی بھر کر کی گئی ہے۔ مثلاً نبی علیہ السلام کو چوڑھے چمار سے تشبیہ دینا، نماز میں ان کے تصور کو گدھے اور اپنی بی بی کے جماع سے بدتر اور ان کے علم مبارک کو پاگلوں حیوانوں سے تشبیہ دینا، شیطان اور ملک الموت کے علم کو حضور ﷺ کے علم سے زائد بتانا اور ان کے میلاد کی مجلس کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دینا اور عام بشریت کے مساوی ماننا اور انہیں چرواہا، ان پڑھ کہنا ایسی دیگران گنت عبارات ہیں۔ فقیر نے تفصیل سے "التحقیق الکامل فی امتیاز الحق والباطل" میں لکھ دیا ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے صرف اسی قاعدے پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "تنزیہ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء" اس کا آغاز ہے۔

امابعدحمدﷲغافر الزلاتومقيل العشرات والصلوٰة والسلام علیٰ سيدنامحمدالذی انزل عليه فی كتابه العزيز: ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ (پارہ ۲۲، سورۃ فاطر، آیت ۸) ﴾ وعلیٰ آله وصحبه النجوم النيرات۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس رسالہ کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ دو شخصوں کا جھگڑا ہوا اور آپس میں خوب گالی گلوچ بکیں۔ بالآخر ایک نے دوسرے کے نسب پر حملہ کیا تو دوسرے نے کہا اے چرواہے کے بچے۔ اس کے باپ نے کہا کیا یہ نسبت صرف میری ہے؟ کیا حضرات انبیاء علیہم السلام چرواہے نہیں تھے بلکہ کوئی بھی نبی علیہ السلام ایسا نہیں ہوگا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

یہ واقعہ مسجد طولونی کے قریب بازار غزل میں عوام کے مجمع میں ہوا ان کا مقدمہ حکامِ وقت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب قاضی القضاۃ مالکی کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے فرمایا کہ

لو دفع الی الضرتبہ بالسیاط

یعنی اگر یہ مقدمہ میرے ہاں پیش ہوتا تو قائل کو دُرے لگواتا۔

مجھ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کو سزا دی جائے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس لائق نہیں کہ کسی ایک عام آدمی سے ان کی مثال دی جائے ۔ میرے مرتب فتویٰ کو دیکھ کر ایک شخص بول اُٹھا کہ علامہ (سیوطی) کا یہ فتویٰ غلط ہے کیونکہ ایسے شخص کو نہ تعزیر ہے اور نہ ہی اس پر کوئی ملامت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ایک عام آدمی سے تشبیہ دینا ایک مباح امر ہے لہٰذا اس کا قائل نہ گنہگار ہے اور نہ اسے گناہ کی طرف منسوب کیا جائے ۔ مجھے اس کا خطرہ محسوس ہوا کہ عوام کالانعام کو جب ایسے کلام کے جواز کا علم ہوا تو وہ اپنے عام جھگڑوں میں ایسی گستاخیاں کردیں گے پھر وہ ان کی عام عادت بن جائے گی جس کی وجہ سے وہ دین سے خارج ہوجائیں گے۔ صرف دین کی خیرخواہی اور مسلمانوں کی رہبری کو مدنظر رکھ کر یہ چند سطور لکھ دیں۔

سب سے پہلے قاضی عیاض کا وہ بیان لکھ دوں جو اُنہوں نے اس مسئلہ میں تحریر فرمایا جو نہایت ہی شاندار بیان ہے اور حق یہ ہے کہ بہت ہی خوب لکھا ہے۔ **کماقال ابو جه الخامس الخ**

(۱) نبی علیہ السلام کی شان کی کمی کا ارادہ نہ ہو۔ (۲) ان کا کوئی عیب نہ بیان کیا جائے۔

(۳) اُنہیں گالی نہ دی جائے۔

شریعت میں مندرجہ صورتیں بھی انبیاء علیہم السلام کے معاملات کو اپنے اوپر چسپاں کرنا **حرام** ہے مثلاً

(۱) انبیاء علیہم السلام کے بعض اوصاف بیان کرکے مثال کے طور پر اپنے لئے حجت یا دوسرے کے لئے حجت بنائے جبکہ وہ اُمور انبیاء علیہم السلام نے بحیثیت دینی اُمور کے اظہار کے لئے کیے یا ان کی اسی طرح تکمیل ضروری تھی۔

(۲) کسی کام کو اُنہوں نے کسر نفسی کے طور پر کیا۔

(۳) یا کسی مقصد اسلامی کے پیش نظر اپنے آپ کو بلند وارفع ظاہر فرمایا حالانکہ دوسروں کو جائز نہیں ۔ اسی طرح مثلاً کوئی کہے کیا ہوا میرے حق میں ایسا ویسا کہا گیا نبی علیہ السلام کو بھی تو کہا گیا تھا۔

(۴) یا یوں کہے کہ اگر میری تکذیب ہوئی تو کوئی بات نہیں انبیاء علیہم السلام کی بھی تو تکذیب ہوئی تھی۔

(۵) یایوں بکواس کرے کہ میں نے گناہ کرلیا تو کیا حرج ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام نے بھی تو گناہ کئے تھے۔

(۶) یایوں کہے کہ میں لوگوں کی مذمت سے کب بچ سکتا ہوں جبکہ انبیاء علیہم السلام بھی نہ بچ سکے۔

(۷) یایوں کہے کہ میں فلاں مصیبت سے صبر کررہا ہوں جیسے اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام نے صبر کیا۔

(۸) یایوں کہے کہ ایسے صبر کرتا ہوں جیسے ایوب علیہ السلام نے صبر کیا۔

(۹) یا کہے کہ میرا صبر کرنا حضور ﷺ کی طرح صبر کرنا ہے اُنہوں نے بھی دشمنوں کی دشمنی پر صبر کیا تھا بلکہ اس سے کچھ زیادہ حوصلہ فرمایا جیسے میں حوصلہ کررہا ہوں۔ متنبی کا شعر ہے۔

انا فی امة تدار کھا اللہ غریب کصالح فی ثمود

میں ایسی قوم میں غریب ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اچھا کرے جیسے حضرت صالح علیہ السلام ثمود میں غریب تھے۔

جیسے مصری شاعر کا قول ہے کہ

کنت موسیٰ وزوجة بنت شعیب غیران لیس فیکما من فقیر

میں موسیٰ اوران کی زوجہ بنت شعیب ہوں سوائے اس کے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔

اور جیسے حسان مصیصی کا قول۔

کان ابابکر ابوبکر الرضا وحسان حسان وانت محمد ﷺ

گویا ابوبکر ابوبکر رضا ہے اور حسان حسان ہے اور تم محمد (ﷺ) ہو۔

شاعر حسان مصیصی نے یہ شعر محمد بن عباد المعروف معتمد اور اس کے وزیر ابوبکر بن زیدون کے حق میں لکھا ہے اور یہ حسان شاعر شعرائے اندلس سے ہے۔ اس شعر میں گستاخی یہ کی ہے کہ خود حضرت حسان شاعر رسول (ﷺ) اور وزیر کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بادشاہ کو حضور سرورِ عالم ﷺ کہا ہے۔

اس جیسی بہت سی مثالیں ہیں اور ہم نے کثرت شواہد درج کیے ہیں حالانکہ ایسی مثالیں لکھنا ہمیں سخت ناگوار ہے تاکہ لوگوں کو ایسی گستاخیوں کا علم ہو کیونکہ عوام بلکہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ ایسی سخت باتوں سے احتراز نہیں کرتے بلکہ ان کے ارتکاب کو معمولی بات سمجھتے اور اسے کوئی عیب بھی نہیں سمجھتے۔ یہ ان کی کم علمی اور بیوقوفی کا نتیجہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا:

وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ (پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۱۵)

ترجمہ: اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

فائدہ: یہ جملہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان تراشوں کے لئے فرمایا اور وہ بہتان تراش منافق تھے اور یہ منافقوں کا کام ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے متعلق اور آپ ﷺ کے خاندان کے لئے بے ادبی کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ ہمارے دور میں اس قسم کے لوگوں کی کمی نہیں اور وہ خود ہی سوچ لیں کہ نبوت واہل بیت کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں وہ اس سے دین کی خدمت کر رہے ہیں یا اپنا بیڑہ غرق کر رہے ہیں۔

انتباہ

بعض شعر سے اس طرح کی جرأت عام ہے بلکہ کچھ اس معاملہ میں سخت زبان واقع ہوئے ہیں انہیں میں ابن ہانی اندلسی وابن سلیمان المصری اور ہمارے دور میں حالی وغیرہ۔ جیسے اس نے شعر ذیل میں نبی پاک ﷺ کو ایلچی کہا ہے (معاذ اللہ) یہاں ہمیں ان سے بحث نہیں ہمارا مقصد اس وقت یہ ہے کہ مثالیں دے کر سمجھائیں کہ ایسی باتیں جن میں صراحۃً گالی نہ ہوں لیکن ان میں بے ادبی وگستاخی اور ان کا نقص وعیب کا اظہار ہو رہا ہو تو ان میں خصوصیت سے بچنے کا اہتمام ہو۔

مانا کہ شعرائے مذکورہ یعنی ابن ہانی اندلسی اور ابن سلیمان المصری یونہی حالی وغیرہ کا ارادۂ گستاخی نہ ہوگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے نبوت کی عزت واحترام نہیں کیا اور نہ ہی رسالت مآب ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا خیال رکھا اور نبوت ورسالت کے لئے ضروری ہے کہ جو اسے اللہ تعالیٰ نے شان بخشی ہے اس سے کسی ادنیٰ وحقیر تشبیہ نہ دی جائے جیسے اشرف علی تھانوی نے حضور نبی پاک ﷺ کے علم مبارک کو پاگلوں جانوروں وغیرہ سے دی ہے اور نہ ہی اس کی شانِ اعلیٰ کو کسی طریق سے کم بیان کیا جائے جیسے رشید احمد گنگوہی اور انبیٹھوی نے رسول اللہ ﷺ کے علم اقدس کو شیطان اور ملک الموت سے گھٹا دیا۔ یونہی رسالت ونبوت کی شان کو کسی کی خوشامد پر اس کے مشابہ ظاہر کیا جائے جیسے حسان مصیصی نے اپنے بادشاہ کو حضور ﷺ کے مشابہ ظاہر کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے لئے بہت سخت تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے حضور اُونچا بولنے سے بھی سختی سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ

مذکورہ صورتوں میں اگرچہ ان لوگوں کو قتل نہ کیا جائے گا۔ لیکن کم از کم اتنی سخت سزا تو ضرور ہوتا کہ آنے والی نسلیں ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کریں۔

حکایت

ابونواس بہت بڑا مشہور شاعر ہے اس نے ہارون الرشید خلیفہ عباس مرحوم کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

فان یلك باقی سحر فرعون فیکم فان عصا موسیٰ بکف خصیب

اگر تمہارے میں فرعون کا جادو باقی ہے تو ہمارے ہاں بھی عصائے موسیٰ علیہ السلام موجود ہے۔

اس شعر کی وجہ سے حضرت ہارون الرشید مرحوم نے ابونواس سے کہا اے بدبخت تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ٹھٹھا مخول کرتا ہے نکل جا میری محفل سے۔ چنانچہ اسے فوراً خلیفہ عباسی کی محفل سے نکلنا پڑا۔

درسِ عبرت

عصائے موسیٰ علیہ السلام کے بے ادب کی یہ سزا۔ اللہ اللہ!!!

تبصرۂ اُویسی غفرلہ'

کاش آج بھی کوئی ایسا سربراہ مملکت ہمیں نصیب ہوتا جو عصائے موسیٰ کی بے ادبی گوارا نہیں کرتا پھر اس گستاخ و بے ادب سے کیا کرتا جو کھلے بندوں امام الانبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی گستاخی اور بے ادبی کو اپنا مشغلہ سمجھتا ہے۔

فتویٰ

ہم اس بحث میں اپنے فتویٰ کے بجائے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتویٰ کو کافی سمجھتے ہیں۔ طوالت سے بچ کر ان کا قول پیش کرتے ہیں اُنہوں نے بھی ہارون الرشید مرحوم کی طرح ایسے محروم القسمت لوگوں کے لئے سخت سزا کا حکم صادر فرمایا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ بھی عجوبہ روزگار ہے کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش ہوا کہ کسی نے آپ سے عرض کی کہ ایک شخص نے مجھے فقر وتنگدستی پر عار دلائی تو میں نے اسے کہا کہ یہ کون سی بُری بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر وفاقہ سے بکریاں چَرائی تھیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اسے سزا دی جائے اس لئے کہ اس نے یہ بے محل جملہ استعمال کیا ہے۔

فائدہ: یہ بہت ناموزوں اور نامناسب ہے کہ غلط کار لوگوں کو جب کہا جائے کہ یہ تمہارا کام مبنی بر خطاء ہے تو وہ جواب میں کہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے خطا نہیں ہوئی تھی (معاذاللہ) حالانکہ جنہیں یہ لوگ خطائے انبیاء علیہم السلام سمجھتے ہیں وہ خطائیں نہیں بلکہ حکمتیں واسرار تھے جیسا کہ عصمۃ الانبیاء کے عقیدہ کا اُصول ہے۔

حکایت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی سے فرمایا کہ کوئی ایسا کاتب تلاش کرو جس کا باپ عربی (مسلمان) ہو۔اس نے کہا کہ کیا حضور ﷺ کا والد کافر نہ تھا (معاذاللہ) یہ اس کا گمان تھا ورنہ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن موحد تھے۔تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''ابوین مصطفیٰ ﷺ'' حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تجھے یہی جواب دینا تھا۔آپ نے اس شخص کو ملازمت سے سبکدوش کر کے فرمایا ہمیشہ کے لئے تو ہمارے دفتر میں ملازمت نہ کر سکے گا۔

مسئلہ

امام سحون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تعجب کے وقت درود وسلام نہ پڑھا جائے۔حالانکہ حصولِ ثواب کی خاطر پڑھا جا سکتا ہے۔تعظیم وتوقیر مصطفیٰ ﷺ کا یہی تقاضا ہے۔

فائدہ: امام قابسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب کسی ایسے شخص کے لئے کہا جائے کہ جس کا چہرہ قبیح ہو وہ گویا منکر نکیر ہے یا جو شخص ترش روا سے کہا جائے یہ مالک (خازن) نار ہے تو ایسے شخص کو سخت سزا دی جائے۔اگر فرشتے کے لئے گستاخی کی نیت سے کہا ہے تو اسے قتل کیا جائے۔

تبصرۂ اویسی غفرلہ

ہمارے دور میں یہ بیماری عام ہے کہ کوئی کسی کا پیچھا نہ چھوڑے تو اس کے لئے کہتا ہے کہ فلاں میرا منکر نکیر ہے اور سی آئی ڈی والوں کے لئے عام محاورہ کر دیا گیا ہے کہ منکر نکیر ہیں (معاذاللہ) یونہی کوئی کسی کا قرض خواہ یا کسی سے کوئی مطالبہ ہو وہ اسے ملے تو کہتا ہے ملک الموت یا عزرائیل آ گیا وغیرہ وغیرہ۔بطور استہزاء وتحقیر تو کفر ہے ہی ویسے عادۃً کہنے پر بھی سخت سزا ہے لیکن سزا کون دے۔ (لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا)

حکایت

ایک نوجوان نیک خصال لیکن شرعیہ سے ناواقف نے کسی کو کوئی بات کہی تو اس نے اسے کہا کہ تو امی (ان پڑھ) ہے فلہٰذا خاموش رہ۔نوجوان مذکورہ نے کہا کہ میں امی (ان پڑھ) ہوں تو کیا ہوا رسول اللہ ﷺ امی نہیں تھے۔

اس نوجوان کی اس مقولہ کی وجہ سے سخت سے سخت مذمت ہوئی بلکہ بہت سے لوگوں نے انہیں کافر تک کہہ دیا۔

اس سے وہ نوجوان سخت پریشان ہوا اور اپنی بات سے سخت نادم ہوا بلکہ اپنی ندامت کا اظہار بار بار کیا۔

فائدہ: امام ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایسے کو کافر تو نہیں کہنا چاہیے بلکہ اس پر کفر کا فتویٰ خطا ہے ہاں وہ نوجوان اس مقولہ سے خطا کار ضرور ہے کہ اس کے اپنے ان پڑھ ہونے پر سرکارِ عالم ﷺ سے استشہاد کیا یہ غلطی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کا اُمی ہونا یہ معجزۂ الٰہی ہے۔

حضور ﷺ کو نقص کے طور یا بے خبر و جاہل سمجھ کر ہی کہنا خطاء ہے اور یہ بھی جہالت ہے کہ آپ ﷺ کی ایسی صفت سے اپنے لئے حجت پکڑنا۔ ہاں اس نوجوان (مذکور) نے اپنے قول سے استغفار اور توبہ کی بلکہ اپنی غلطی کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑایا اور عاجزی والحاح کیا اسی لئے اسے معاف کیا جائے اس کی حد قتل نہ ہوگی ہاں اسے سزا دی جاسکتی تھی لیکن اس کی ندامت سے اس کی یہ سزا بھی معاف ہوئی اسی لئے اسے ہر طرح کی سزا سے معاف کیا جائے گا۔

حکایت

حضرت قاضی ابو محمد ابن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جس پر کسی نے تنقیص کی۔ اس نے جواباً کہا کہ بھائی تم میرا نقص بیان کر رہے ہو اس میں حرج ہی کیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں اور ہر بشر سے کمی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ نبی پاک ﷺ بھی تو بشر تھے اور آپ ﷺ سے بھی کمی کا احتمال رہتا تھا (معاذ اللہ) مفتی صاحب موصوف نے ایسے شخص کے لئے فتویٰ دیا کہ اسے بہت بڑے عرصہ تک قید اور جیل میں قیدی رکھا جائے۔ بلکہ اسے سخت سزا دی جائے تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے۔ یہ اُس وقت ہے جبکہ اس سے اس کا سبب یعنی تحقیر و توہین کا ارادہ نہ ہو ورنہ اسے قتل کر دیا جائے بلکہ اندلس کے بعض علماء نے ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے خواہ اس کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اس کی تفصیل رسالہ "گستاخ کا قتل" میں ہے۔ مذکورہ بالا تقریر حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء شریف میں بیان فرمائی ہے۔

انتباہ

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتباہات پر غور فرمایئے کہ اُنہوں نے شفاء شریف کے فصل اول میں کیسی وضاحت فرمائی ہے مثلاً فرمایا کہ کسی مثال کو کسی پر چسپاں کیا جائے اور کسی شے کو اپنے اور غیر کے لئے حجت بنایا جائے اور فرمایا کہ وہ مثال صرف مثل کے طور پر بیان کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے لیکن اگر اسے حجت کے طور لایا جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور حجت کے طور شے کو بیان کرنے والا وہی اسی سے استدلال کرنے والا ہوتا

ہے اور استدلال کرنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ خصومات میں اسے پیش اور اپنے اوپر الزام سے بری ہو جائے۔

پھر قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب لکھا کہ کسی اعلیٰ ذات کے صفات ذکر کرنا دو طرح ہیں ۔ایک صفات کا محض ذکر دوسرا اسے استشہاد کے طور پر پیش کرنا اور استشہاد بھی استدلال ہے یونہی قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے آخر فصل میں یہ خوب فرمایا کہ ایسے لوگ خطا کار تو ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات احوال کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں لیکن کافر نہیں وغیرہ وغیرہ۔

یونہی کسی کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صفت پر احتجاج جہالت تو ہے لیکن کفر نہیں ایسے جملہ مقامات میں تصریح ہے کہ ان سے اپنے بچانے کے لئے استدلال کرنا سخت خطا ہے اور ایسے لوگوں کو سخت سزا دینا ضروری ہے۔

میں نے انتباہات اس لئے کہے ہیں کہ میں نے ایسے شخص کو متدل سے تعبیر کیا تو بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا حالانکہ اس میں اعتراض کی گنجائش نہ تھی چونکہ مقام تدریس وافتاء وتصنیف اور اہل علم کے ہاں تقریر کے لئے استدلال کا مطلب اور ہوتا ہے اور ایسے مقامات میں اعتراض بھی نہیں ہوتا اس کی تشریح آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ہاں مقدمات میں اور خود کو عیب ونقص سے بچانے کے استدلال کا معنی اور ہوتا ہے۔ایسے مواقع پر ایسے استدلال پر اعتراض بھی ہے اور سزا دینا واجب بھی ہے بالخصوص عوام میں اور عام بازاروں میں ایسے خفیف الفاظ استعمال کرنا ایسے ہی سب وقذف یعنی تحقیر اور بہتان تراشی وغیرہ میں سزا ضروری ہے اور استدلال کرنے والے کو روکنا واجب ہے تاکہ ایسی گستاخی اور بے ادبی کا رواج نہ ہونے پائے ۔ہر مقام کی ایک علیحدہ بات ہے اور ہر محل کا اپنا حکم ہے جو اس کے مناسب ہوتا۔کیا تم نے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا وہ اشارہ نہیں سمجھا جو اُنہوں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ اُنہوں نے کاتب کو سزا صرف اس لئے دی کہ اس نے اپنے باپ کے کفر پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کے کفر سے حجت پکڑی اور استدلال کیا۔اسی لئے تو امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کاتب پر نہ صرف اعتراض کیا بلکہ اسے ملازمت سے سبکدوش کر دیا۔

حکایت

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند سے بیان فرمایا کہ احمد بن عبداللہ بن یونس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعض شیوخ سے سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں ایک مسلمان لایا گیا جو پرائیویٹ سیکریٹری کے طور پر آپ کے ہاں کام کرتا تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ نے لانے والے کو فرمایا کہ کاش تو ایسا کاتب لاتا جس کا باپ بھی مہاجر مسلمان ہوتا۔ وہ کاتب (پرائیویٹ سیکریٹری) بول پڑا کہ جناب میرے والد کا کفر کوئی بُری بات نہیں رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بھی تو کافر تھے۔ (معاذاللہ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں یہ مثال دینی تھی۔ اب نکل جا میری محفل سے اور نہ ہی مجھے تیری ملازمت کی ضرورت ہے۔

فائدہ: اس حکایت میں یہی بات ہے کہ کاتب نے اپنے سے ایک عیب ونقص ہٹانے پر احتجاج اور استدلال کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس پر رد فرمایا کہ اس نے ایسی تقدس مآب ذات کو مثال میں کیوں لایا۔

حکایت

مذکورہ بالا حکایت ایک اور طریق سے یوں منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن سعد کو فرمایا کہ ہمارے ہاں فلاں حاکم کا باپ زندیق ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ہوا کیا نبی پاک ﷺ کے والد صاحب کافر نہیں تھے (معاذاللہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تجھے نہ صرف ملازمت سے سبکدوش کیا بلکہ ہمارے کسی دفتر میں تمہیں ملازمت نہیں ملے گی۔

قاعدہ

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شفاء شریف کے فصل سابع میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کوئی امر جائز ہو یا اس کے جواز میں آپ ﷺ کے لئے اختلاف ہو یا اطوار بشریہ کی وجہ بھی ہو یا جن باتوں سے آپ ﷺ کا امتحان لیا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر اللہ تعالٰی کی رضا وخوشنودی کی وجہ سے صبر فرمایا مثلاً دشمنانِ اسلام کا آپ ﷺ کو تکلیفیں پہنچانا یا پریشان کیا جیسا کہ ابتدائے اسلام میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوا تو ان اُمور میں کسی امر کا ذکر بیان کرنا جائز ہے یا نہیں تو اس کے متعلق یاد رکھیں کہ بطریق روایت یا مذاکرۂ علمی اور جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے لائق بات ہو اور ان پر اس کا اطلاق جائز بھی ہو تو یہ ہماری بحث میں داخل نہیں۔ کیونکہ یہ اس میں نہ تو اظہارِ نقص وعیب ہے اور نہ ہی ان کی عزت پر حملہ کرنا ہے اور نہ ہی استخفاف واستحقار کا خدشہ ہے نہ ظاہر الفاظ میں اور نہ ہی بولنے والے کا ارادہ ہے لیکن ایسی باتیں اہل علم اور وہ طلبائے اسلام جو ذی فہم ہیں کہ وہ ان مقاصد وفوائد سے باخبر ہیں بیان نہ کیا جائے جو سن کر فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

حکایت

فقیر کے ایک شاگرد نے رسول اکرم ﷺ کے متعلق وہ واقعہ وعظ وتقریر میں بیان کیا کہ چند بدو حضور ﷺ سے کچھ لینے آئے تو اُنہوں نے آپ ﷺ کے ادھر اُدھر سے کھینچا وغیرہ وغیرہ۔ یہ واقعہ سن کر سامعین نے بُرا منایا بلکہ اسے آئندہ تقریر کرنے سے روک دیا۔ مجھے شکایت پہنچی تو میں نے اسے زجر وتوبیخ کی اور نرمی سے اسے سمجھایا کہ عوام کے سامنے ایسے واقعات ایسے طریق سے بیان کیا جائے جس سے عوام کو اُلجھن نہ ہو۔

فائدہ: حضور سرورِ عالم ﷺ کے شق الصدر کا واقعہ بھی عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں ہاں بیان کرنا ہے تو طرزِ تکلم ایسا ہو کہ واقعہ سے حضور سرورِ عالم ﷺ کی شانِ اقدس اُجاگر ہو۔

مسئلہ

بعض علماءِ کرام نے فرمایا کہ عورتوں کو سورۂ یوسف پڑھانا مکروہ ہے یعنی اس کی تفسیر وترجمہ اور مفاہیم وغیرہ۔ اسی لئے عورتیں فطرۃً کم فہم ہوتی ہیں اور نہ ہی ان میں ایسی باتوں کے ادراک کی عموماً اہلیت وصلاحیت ہوتی ہے۔

مسئلہ

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اپنے قواعد میں لکھا ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ حاکم وقت کو صغیرہ کے ارتکاب سے ملازمت سے سبکدوش کیا جائے یہ غلط ہے، بلکہ کہنے والا جاہل ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حاکم وقت سے صغیرہ کا ارتکاب ہو تو حکام اور قضاۃ کو لائق نہیں کہ ایسے شخص کو سزا دیں ہاں کبیرہ کا ارتکاب ہو تو اسکی تفصیل ہے جو مطولات میں مذکور ہے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاف لکھا ہے کہ معزز شخصیات پر تعزیر نہیں جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے نیز اس لئے کہ یہ لوگ شر سے معروف نہیں انہیں غلطی گرادے گی یعنی لوگوں کی نظروں میں گر جائیں گے اسی لئے انہیں تعزیر سے معاف رکھا جائے۔ بعض نے اس کی تفسیریوں کی ہے کہ یہ لوگ اصحاب الصغائر ہیں اصحابِ کبائر نہیں، بعض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔

احادیث مبارکہ

(معزز شخصیات سے تعزیرات کی معافی میں بکثرت احادیث وارد ہیں ان میں سے چند احادیث ملاحظہ ہوں)

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معزز شخصیت کی خطائیں معاف کروسوائے حدود کے کہ حد شرعی کی معافی نہیں۔ (مسند احمد، الادب المفرد البخاری، ابوداؤد، نسائی)

☆معزز شخصیت کی خطاء سے تجاوز کرو۔(نسائی،طبرانی کبیر،ابن عدی فی الکامل)

☆زید بن ثابت ﷜ کی روایت ہے کہ معزز شخصیت کی سزا سے احتراز کرو، ہاں حد شرعی ضرور جاری کرو۔(طبرانی صغیر والاوسط)

☆ابن عباس ﷜ کی روایت میں ہے کہ سخی کے گناہ سے احتراز کرو اس لئے کہ جب ڈگمگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ پکڑتا ہے۔(طبرانی کبیر وابونعیم فی الحلیہ)

فائدہ: شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''طریق المعدلہ'' کی بحث ''قتل من لاوارث'' میں لکھا کہ فقہاء کا کہنا کہ جس نے جسے قتل کیا وہ اس کا وارث نہیں۔سلطان وقت کو اختیار ہے کہ وہ اس سے قصاص لے یا دیت معاف کردے لیکن مفت کی معافی صحیح نہیں گویا انہوں نے یہ حکم غالب پر لگایا ہے کیونکہ حاکم وقت کی مرضی پر ہے کہ اگر وہ مصلحت دیکھے تو اسے مفت بھی معاف کرسکتا ہے جبکہ اس کے پاس مال بھی نہیں اور نہ ہی وہ کما سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کی خیر وصلاح ونفع بھی مدنظر ہے لیکن اس سے اگر جلد بازی میں ہوا ہو تو پھر اسے قتل کرنا چاہیے ہاں اگر اس نے توبہ کی اور اس کا آئندہ کا ردعمل بھی صحیح ہے پھر کہنا کہ امام یعنی حاکم وقت کا معاف کرنا صحیح نہیں یہ بات بعید از قیاس ہے۔ بالخصوص جب مسلمانوں کو اس سے قصاص کی خواہش نہ ہو۔اس صورت میں میری رائے یہ ہے کہ اسے بھی امام (حاکم وقت) کی رائے پہ چھوڑا جائے اور حاکم وقت پر بھی لازم ہے کہ وہ حکم دے جو مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہو۔وہ ایسا اقدام نہ کرے کہ جس میں کہا جائے کہ اس کا قتل جائز ہے اور وہ جواز بھی مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہے اور اقامت دین بھی مدنظر ہے اس میں حظ نفس کو دخل نہ ہو اور نہ ہی کوئی اور دنیوی غرض ہو اس میں اس کے خون بہانے سے رُکنا چاہیے کہ ایک نفس معصومہ کو باقی رکھنا ہے۔اگر وہ اسے بغیر کسی ترجیح شرعی کے قتل کریگا تو یہ بھی اس میں شامل ہوگا جو کسی کو ناحق قتل کرتا ہے۔

فائدہ: امام السبکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب بلا دیت اس کا معاف کرنا جائز ہے جس میں صلاح وخیر اور مسلمانوں کا نفع ہے تو جو خطاء کسی معزز شخصیت سے صادر ہوئی ہے اس سے تعزیر کی معافی بطریق اولیٰ جائز ہے اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں۔

درسِ ادب

ابن السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اثر شیخ میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض نصوص میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک معزز خاندان کی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تو لوگوں نے اسے معاف کر دینے کی سفارش فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فلانہ (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے بھی حد ثابت ہو جائے تو بھی میں قطع ید کا حکم دوں گا۔ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بطور ادب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام کے بجائے **فلانہ** **لامرأۃ شریفہ** کا لفظ استعمال فرمایا یہ ان کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ادب کا لحاظ ہے حالانکہ ان کے والد کریم ﷺ نے ان کا نام لیا ہے۔

درسِ عبرت

ابن السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمال ادب ہے کہ ایسے مقام پہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لینا گوارا نہ کیا اگرچہ حدیث شریف میں نام لیا گیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کا کمال تعلیم ہے کہ احکام شرع میں عوام و خواص کا کوئی امتیازی سلوک نہیں۔

فائدہ: امام ابن سبکی کے نقل اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عمل سے ثابت ہوا کہ اصل اسلام ادب ہے اور اس کے برعکس خلافِ ادب بلکہ سوءِ ادب ہے۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے کہ وہ جسے جس طرح کہیں لیکن ہمیں اس طرح کہنا قبیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمالِ ادب ہے کہ باوجودیکہ اس حدیث سے احتجاج و استدلال کر رہے ہیں اور اپنی تصنیف میں ہی اسے لکھ رہے ہیں کہ سوائے ان کے کسی اور کو اس پر آگاہی نہیں لیکن پھر بھی ادب سے نام نہیں لیتے تو بھی حرج نہ تھا لیکن ادب اعلیٰ عمل ہے اسی کو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنایا۔ مزید برآں حدیث پاک میں بھی لفظ لو سے ذکر ہے جو امتناع کے لئے آتا ہے اور یہاں بطور بغرض محال استعمال ہوا ہے تب بھی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لینا گوارا نہ فرمایا یہ کمالِ ادب ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب ۔۔۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب

فہرست الفاظ کفریہ

☆ رویتی الیک کرؤیۃ ملک الموت

یعنی میں تجھے ملک الموت کی طرح دیکھتا ہوں

یہ عموماً اس کے لئے بولتے ہیں جو کسی کو کسی سے خوف وخطرہ ہو مثلاً قرض خواہ ہے یا کوئی اور سبب۔احناف کے علاوہ دیگر ائمہ کا مذہب ہے کہ ایسے قول سے قائل کافر نہ ہوگا لیکن تعزیر سے نہ بچ سکے گا یعنی ایسا قول شرعاً ممنوع ہے اگر کوئی کہہ دے تو کافر تو نہ ہوگا لیکن سخت سزا دی جائے تا کہ ملائکہ کی تحقیر نہ ہو۔

☆ کوئی کلمہ قرآنی الفاظ سے اپنے مقصد کے لئے بولنا مثلاً کہا جائے جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی (پارہ ۱۶، سورۃ طٰہٰ، آیت ۴۰) ﴿ترجمہ: ایک ٹھہرائے وعدہ پر حاضر ہوا اے موسیٰ﴾ اس شخص کے لئے جو اپنے وقت پر کسی جگہ پہنچے اور وہ یہ جملہ سن کر کہے "نعم" ہاں۔فقہاء کرام فرماتے ہیں ایسا اقتباس صحیح نہیں کیونکہ قرآن کی توہین وتحقیر ہے کہ اس کے کلمات کو اپنے دُنیوی اغراض پر استعمال کیا جائے۔یونہی انبیاء علیہم السلام کو اغراض دنیویہ پر استعمال کیا جائے۔

محافل میلاد

حضرت امام ابن حجر سے سوال ہوا کہ محافل میلاد میں بعض لوگ جب رسول اللہ ﷺ کے جذبہ میں مختلف انداز اپناتے ہیں۔بعض مقررین واعظین خواص وعوام کی موجودگی میں (جہاں مرد عورتیں جمع ہوتی ہیں) لچھے دار تقریریں کرتے ہیں۔ان میں بعض باتیں تعظیم رسول اللہ ﷺ کے منافی بھی سرزد ہو جاتی ہیں مثلاً رقت آمیز باتیں حکایتیں بیان کرتے ہیں جن میں عظمت رسول ﷺ کا پہلو کم ہوتا ہے لیکن ان میں رسول اللہ ﷺ پر شفقت از غیر کا پہلو واضح ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں طائف سے دائیاں آئیں آپ ﷺ کی یتیمی کے پیش نظر کسی دایہ نے آپ ﷺ کو نہ لیا سوائے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بکریاں چراتے رہے۔اس پر چند اشعار بھی ہیں۔

باغنامه سار الحبیب الی المرعی　　　فیاحبذر رایح فوادی له یرعی

محبوب بکریاں لے کر چراگاہ کو چلا۔واہ واہ چرانے والے میرا دل ہی اس کے لئے راعی ہوتا۔

خیا احسن الاغنام وهویسوقها　　　وکثیر من هذاالمعنی المحل بالتعظیم

کیسی حسین وجمیل ہیں وہ بکریاں جسے وہ محبوب ہانک کر لے جاتا ہے۔

ایسے بہت معنی محل قابل تعظیم ہیں۔خلاصہ یہ کہ اس میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے لئے بکریاں چرانے والے کے ذکر آپ کی خفت وحقارت کا اظہار ہوتا ہے اگرچہ قائلین کا ارادہ ایسا نہیں اور نہ انہیں ایسے پہلو کا تصور ہوتا ہے۔

الجواب

سمجھدار کو لائق ہے کہ ایسے مقام پر خبر یعنی مضمون میں مخبر یعنی حضور ﷺ کے لئے نقص کا تصور وخیال نہ کرے

یہاں تو صرف خبر محض ہے کہ آپ ﷺ بکریاں چراتے اس سے کب لازم آتا ہے کہ ہر بکریاں چرانے والا حقیر وفقیر ہوتا ہے بلکہ بکریاں چرانا تو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''بکری کی فضیلت''

اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کا پہلو

ابن ابی الدنیا کتاب العصمت میں لکھتے ہیں کہ امام مطرف نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت وجلال قلوب میں ہونا ضروری ہے اس لئے یہ اللہ کے ذکر خیر میں نہ کیا جائے مثلاً کتے کو بد عادیتے ہوئے کہو اللّٰھم اخزہ ، رسوا کر یا گدھے کو کہے یا بکری کو۔

تبصرۂ اویسی غفرلہ'

اس میں اللہ تعالیٰ کی رفعت شان کے سامنے یہ لائق نہیں کہ اس کے ذکر کے ساتھ حقیر وخفیف اشیاء کا ذکر ہو۔

اسی لئے ہمارے فقہاءِ کرام کہتے ہیں کہ اس طرح نہ کہا جائے:

خالق الحنازیر والکلاب والقاذوات

اے خنزیروں کتے اور گندگیوں کو پیدا کرنے والا۔

(شرح فقہ اکبر للملا علی قاری)

حاضر وناظر اور گندگی

بعض گندے ذہن والے سوال کرتے ہیں کہ کیا حضور ﷺ بیت الخلاء وغیرہ میں حاضر وناظر ہیں۔ ہم انہیں جواب دیتے ہیں عقیدہ رکھنا اور بات ہے اسے زبان پہ لانا شے دیگر۔ ہم عقیدہ تو حاضر وناظر کا ہر جگہ رکھیں گے لیکن تفصیل کے وقت ایسی گندی اشیاء کو زبان پہ نہ لائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ کو خالق شئی مانتے ہیں لیکن تفصیل کے وقت نہ کہیں گے۔

خالق الحنازیر والکلاب والقاذوات

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''حاضر وناظر اور گندگی''

ایک گستاخی پر سوال کا جواب

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام سہیلی نے حدیث نقل کی

ان ابی واباك فی النار

میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم نہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین دوزخ میں ہیں (معاذاللہ) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زندوں کو مردوں کی وجہ سے اذیت نہ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، ایت ۵۷)

ترجمہ: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کے لئے فقیر کی تصنیف "ابوین مصطفیٰ ﷺ" کا مطالعہ ضروری ہے۔

بکریاں چرانا

سابق دور میں بکریاں چرانا نقص وعیب نہ تھا لیکن بعد کے عرف میں یہ صفت حقارت کے کھاتہ میں آگئی اسی لئے مالا صاتہ اس میں تحقیر نہیں اسی لئے مطلقاً راعی الغنم پر اعتراض نہ ہونا چاہیے کیونکہ بہت سی باتیں سابق دور میں حقیقت نہیں ہوتیں لیکن زمانے کی تبدیلی سے احکام بدلتے ہیں اسی لئے زمانہ زمانہ اور شہر شہر کا فرق ہے۔ اس پر فقہاء کرام کا کلام شاہد ہے۔ نکاح کی کفاءت میں اور مروت شہادات میں یہ مسئلہ تمام فقہ کی کتابوں میں ہے حتیٰ کہ منہاج میں لکھا ہے کہ ہمارے دور میں یہ کلمہ جو بھی بولتا ہے شتم و تنقیص کے موقعہ پر بولتا ہے مثلاً کوئی کسی کو کہے

انت یا راعی المعزی

اے بکریاں چرانے والے۔

تو اس سے تنقیص کا پہلو نکل سکتا ہے۔ اسی لئے ایسے جملے اس نے جو کچھ کہا ہے اپنے اعتقاد کی ترجمانی کی ہے یعنی وہ یہ اعتقاد ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ زندہ ہوتے اور مجھے اس فیصلہ پر رجوع کا فرماتے تو بھی میں نہ مانوں گا یہ شخص کافر ہے۔ (معاذاللہ) مندرجہ ذیل آیات کے خلاف بکواس کرتا ہے۔

(۱) قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ (پارہ ۳، سورۃ ال عمران، ایت ۳۲)

ترجمہ: تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

(۲) فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پارہ ۵، سورۃ النساء، ایت ۶۵)

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

حکایت

اس شخص کا قصہ کہ جس کا فیصلہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا لیکن وہ آپ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ کریں آپ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار سے قتل کر دیا۔ یہ قصہ مشہور ہے اور اس کی بکواس پر اس قول سے تعجب ہے کہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانوں گا یہاں تک کہ آپ مجھے نص دکھائیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا قول خود نص ہے۔ مسلمان پر تو ایسا گمان نہیں ہو سکتا تو شاید اس نے یہ قول **من حیث الاعتقاد** نہ کہا ہوگا۔

دوسرا سوال

یہ تو شدید ترین خطاء ہے بلکہ قبیح ترین ہے اور پہلے مسئلہ سے بہت زیادہ بُرا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر مجھے کسی نبی یا فرشتے نے گالی دی تو میں بھی اسے گالی دوں گا۔

الجواب

ابن رشد و ابن الحاج نے فرمایا کہ ایسے شخص کو بہت سخت مارا جائے اور اسے قید میں رکھا جائے اور اس کا دوسرے لوگوں کے لئے مباح کرنا یہ دوسری بات ہے یہ بُرائی میں اس سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کو حرام کے ارتکاب و استحلال پر اُکسانا اور انبیاء و ملائکہ کرام علیہم السلام کے منصب پر حملہ کرنا ہے اور یہ کیسے کسی کو کسی کے لئے مباح کیا جائے جبکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اسے بُرا بھلا کہے۔ مسئلہ اصل کے اعتبار سے سخت ہے ایسے شخص کو ایسی باتوں سے روکا جائے اور اسے کہا جائے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر اس سے بائیکاٹ کیا جائے اور اس پر توبہ اور رجوع الی اللہ ضروری ہے اور یقین دہانی کرائے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کہے گا۔ یہ بیان امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ اس پر فقیر اُویسی غفرلہٗ توضیحاً اضافہ کرتا ہے۔

اضافہ اُویسی غفرلہٗ

گستاخی کے درجات ہیں نہ ہر گستاخ واجب القتل ہے نہ ہر گستاخ قابلِ معافی ہے۔ گستاخی اللہ تعالیٰ کی شانِ اقدس میں ہو یا انبیاء علیہم السلام کے حق میں یا ملائکہ کرام کے بارے میں یا اُولیاءِ کرام و علمائے حق کے متعلق۔ احوالِ انبیاء علیہم السلام کسی پر چسپاں نہ کئے جائیں بالخصوص عوام کے سامنے۔ ہماری یہ تحقیق اس کے لئے ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہے۔

حکایت

ہم یہاں ایک نکتہ لطیفہ عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ شیخ ابن السبکی علیہ الرحمہ ترشیح میں لکھتے ہیں کہ میں ایک دن

جماعت کے ساتھ گھر کے دالان میں کھڑا تھا کہ کتا پانی چھڑکتا ہوا ہمارے قریب سے گزرا اس سے خطرہ تھا کہ اس کے چھینٹے ہم پر نہ پڑیں۔ میں نے کتے کو جھڑکتا ہوا کہا کہ اے کلب ابن کلب (اے کتا اور کتے کا بیٹا) میرا یہ قول میرے شیخ یعنی میرے والد شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر کے اندر سے سن رہے تھے باہر تشریف لا کر فرمایا تم کس کو گالی دے رہے تھے؟ میں نے عرض کی حضور! میں نے تو صحیح کہا ہے وہ کتا ہے اور کتے کا بیٹے۔ اُنہوں نے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن تو نے یہ بات اس کی اہانت وتحقیر کے طور کہی ہے اور یہ تمہارے لئے لائق نہیں۔ اس سے میں یہ نکتہ سمجھ گیا کہ کسی کو کوئی صفت جو اس کے لائق ہے کہنے میں حرج نہیں اس میں اس کی اہانت وتحقیر مدنظر ہو تو پھر بے ادبی وگستاخی ہے۔

فائدہ: ایسے الفاظ کسی پر بولنا اور تدلیس وچھپا کر بیان کرنا اور اندرونی بغض اور حسد وکینہ کی وجہ سے بولنا بولنے والے کو نقصان ہوگا جس پر بولا گیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں اور انبیاء علیہم السلام کا حق تمام کے حقوق سے فائق ہے۔

السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین

یونہی مدلس چھپا کر بات کرنے والے سے قیامت میں تمام انبیاء علیہم السلام مخاصمت کریں گے اور ان کی گنتی کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

حکایت

حضرت یحیٰ بن معین (ناقد الحدیث) سے سوال ہوا کہ تم خوف نہیں کرتے کہ قیامت میں تیرے وہ محدثین خصم ہوں گے جن کی تم احادیث ترک کرتے ہو۔ فرمایا کہ قیامت میں مجھے کسی خصم کا خطرہ نہیں مجھے نبی پاک ﷺ سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ میرے خصم نہ ہوں اور فرمائیں کہ تو نے میری حدیث سے جھوٹ کو کیوں دفع نہ کیا جبکہ وہ احادیث ترک کرتا ہوں جن میں کذب وغیرہ کا احتمال ہوتا ہے یونہی میں کہتا ہوں کہ میرا سارا جہاں خصم ہو کوئی خوف نہیں لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی ایک نبی میرا خصم ہو چہ جائیکہ تمام انبیاء علیہم السلام۔

سنگین قول کی تقریر

کسی نے کوئی فیصلہ کیا تو شہر کے تمام قاضیوں نے اسے غلط قرار دیا۔ وقت کے بادشاہ نے اسے کہا کہ تیرے فیصلے کو کوئی بھی نہیں مانتا لہٰذا اپنے فیصلے سے رجوع کرلو۔ اس نے جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے مزار سے باہر نکل کر مجھے اس سے رجوع کا فرمائیں تو بھی نہ مانوں گا جب تک آپ مجھے صریح نص قرآنی نہ دکھائیں (معاذاللہ) پھر اسی نے ایک مدت کے بعد کہا کہ اگر مجھے کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب گالی دے تو میں بھی اسے گالی دوں گا اور وہ اپنے فتویٰ

کوعوام میں اور بازاروں میں کہتا پھرتا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے جائز ہے۔(معاذاللہ)

جواب باصواب

قائل کا پہلا قول کہ(معاذاللہ)اگر رسول اللہ ﷺ مزار سے باہر تشریف لا کر مجھے فرمائیں تو میں آپ ﷺ کی نہ سنوں گا یہاں تک کہ مجھے آپ صریح نص دکھائیں۔

قائل کا یہ قول تین حال سے خالی نہیں۔

(۱) قائل سے یہ قول سبقت لسانی سے ہوا۔اس کا ایسی بات کہنے کا ارادہ نہ تھا یہی مسلمان پر حسن ظن اور اس کے حال کے لائق ہے اُمید ہے اس کا ارادہ یہ ہوگا کہ اگر امام مالک بھی قبر سے باہر آجائیں تو بھی نہ مانوں گا تو بجائے امام کے اس کے منہ سے رسول اکرم ﷺ کا اسم گرامی نکل گیا وہ اپنی تیزی طبع سے ایسے کہہ گیا۔ایسے شخص کو نہ کافر کہیں گے اور نہ اس کی سزادیں گے۔

تبصرہ اُویسی غفرلہ'

آج کل کے دور میں ایسے حال والے کہاں بلکہ عام بکواس کرنے والے اسی قول کا سہارا لے کر کئی قسم کے بکواسات کریں گے۔لیکن قول اول بھی اس شخص کے لئے ہے جس سے اس قسم کی گستاخیوں کا صدور پہلے نہیں ہوتا تھا اور وہ خود بھی کہے کہ مجھ سے سبقت لسانی ہوئی اور وہ اپنی بات سے سخت ندامت کا بھی اظہار کرتا ہے اور کھلم کھلا واضح طور پر اپنی خطاء کا اعلان بھی کرے اور توبہ واستغفار میں مبالغہ کرے اور اپنی غلطی پر سر پر مٹی ڈالے اور صدقہ وخیرات کی کثرت کرے اس کے علاوہ اور بھی اتنی نیکیاں کرے کہ اس سے ایسی غلطی کی معافی کا موجب بنیں۔

(۲) سبقت لسانی کی بات تو نہیں اور نہ ہی اس کا یہ اعتقاد ہے لیکن وہ یوں تاویل کرتا ہے کہ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے خلاف تمام جن وانس مجھے اس سے رجوع کا کہیں تو بھی نہ مانوں گا اور اگر نبی پاک ﷺ مزار سے باہر تشریف لا کر مجھے رجوع کا فرمائیں تو بغیر حجت اور انکار کے آپ کا حکم بلاتوقف مان جاؤں گا اور میری یہ عبارت مبنی بر مبالغہ ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا اب مزار سے باہر تشریف لانا عادۃً محال ہے ایسا شخص کافر تو نہیں لیکن اس نے بہت بڑی جراُت کی ہے اسے اپنے منصب سے ہٹایا جائے اور اتنی زبردست اور سخت سزادی جائے کہ قتل کے سوا جتنا ہوسکتا ہے اُسے مارا پیٹا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے گستاخ کا انجام

ابلیس نے جرأت کر کے کہا کہ آدم علیہ السلام سے میں بہتر ہوں اسی اعتراض کی نحوست تھی کہ جونہی شیطان ابلیس نے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیا تو ملعون ٹھہرا اور زمرۂ کفار و مردودین میں شامل ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ آدم علیہ السلام کا حکم فرمایا تو شیطان نے اعتراض کے طور پر کہا:

ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا (پارہ۱۵،سورۃ الاسراء،ایت۶۱)

ترجمہ: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔

اسی اعتراض کی نحوست سے ہاروت و ماروت کو سزا ملی جبکہ اُنہوں نے آدم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں اعتراض کیا۔

سبق

جب مخلوق کے بارے میں اعتراض کی یہ سزا ہے تو خالقِ کائنات پر اعتراض کرنے کی کیا سزا ہوگی اور دورِ حاضرہ میں بعض جدت پسند اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور ان کے غور و خوض کر کے تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ یاد رکھئے کہ سابقہ اُمم میں بھی اہل ہوا معترضین منکرین انہی وجوہ سے تباہ و برباد ہوئے کہ اُنہوں نے ان مسائل کو اُٹھایا جنہیں صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام اور اُولیاء کاملین رحمہم اللہ علیہم بیان کرنے سے گھبراتے تھے اس لئے کہ ان مسائل کے اظہار سے ذات و صفات پر شبہات پیدا ہونے کا خطرہ تھا لیکن بعد میں آنے والے ملحدوں نے وہی مسائل کھڑے کئے تو شبہات میں پڑ کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اگر وہ یہ مسائل کھڑے نہ کرتے تو ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھتے۔

مسئلہ

خلاصہ یہ ہے کہ اہل حق کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی فعل اور اس کے تخلیقی اُمور میں اعتراض کرنا کفر ہے اس پر وہی جرأت کر سکتا ہے جو کافر، گمراہ اور گمراہ کن ہوگا۔

نبوت کی گستاخی کی سزا

حضور سرورِ عالم ﷺ پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے اسی لئے کہ آپ ﷺ ہر بات اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرماتے ہیں آپ ﷺ کی کسی بات میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اسی لئے ان پر اعتراض کرنا دونوں جہانوں کی تباہی و بربادی کو مول لینا ہے۔

حدیث شریف

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اے لوگو! تمہارے اُوپر حج فرض ہے۔ یہ ارشادِ گرامی سن کر حضرت عکاشہ بن محصر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم پر ہر سال حج فرض ہے یا صرف اسی سال۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں نعم (ہاں) کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج فرض ہو جاتا اگر ہر سال فرض ہوتا تو تم اسے چھوڑ کر گمراہ ہو جاتے۔ فلہٰذا تم مجھ سے اس قسم کے سوالات مت کیا کرو جب تک میں خود نہ بتاؤں۔ تم سے پہلی قومیں بھی کثرتِ سوالات واختلافات اور رسل علیہم السلام پر اعتراض وانکار کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئیں۔

ایک گستاخ کی کہانی

بہت بڑی بدبختی اس شخص کی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کیا۔ چنانچہ بعض بزرگوں سے منقول ہے فرمایا کہ میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ کسی بدبخت نے کہا کہ کوئی بھی اپنی خواہش نفسانی سے خالی نہیں خواہ وہ نبی ہے یا ولی یہاں تک کہ ہمارے نبی علیہ السلام بھی (معاذاللہ) اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا ہے

حبب الی من دنیاکم ثلاث الطیب والنساء وقرة عینی فی الصلوٰة

میں نے اسے کہا اے بدبخت! خدا کا خوف کر کہ یہ اعتراض بے جا ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کو نفسانی خواہش ہوتی تو فرماتے احببت بلکہ فرمایا حبب (بصیغہ مجہول) اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو مذکورہ بالا اشیاء کی محبت کا حکم منجانب اللہ تھا۔ جب وہ حکم منجانب اللہ تھا تو پھر آپ ﷺ پر اعتراض کیسا۔ اس بدبخت کی بات مجھے سخت ناگوار گزری اور مجھے سخت غم لاحق ہوا اس غم میں مجھے نیند نے گھیرا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا غم نہ کھایئے میں نے اس بدبخت کا کام پورا کر دیا ہے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو سننے میں آیا کہ وہ بدبخت مارا گیا ہے۔

گستاخِ نبوت کی سزا

جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عورتوں سے نفسانی پیار تھا۔ اس سے اس کی مراد تنقیص رسالت ہو تو ایسے بدبخت کو قتل کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بدبخت کو تباہ وبرباد کرے۔ کذا قال الفقھاء

صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔

شب پرہ میطلبد بدر تمامت نقصان　　　اوندانند کہ آید نور تو ظاھر باشد

چمگادڑ چودھویں رات کے چاند کو ناقص سمجھتا ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ نہ ہوتا تو تو بھی نہ ہوتا۔

ہر کہ ازروئے جدل بر تو سخن میراند   بمثل شد اگر شی بو علی کافر باشد

جوشخص تجھ پر اعتراض کرتا ہے وہ غلط کرتا ہے اگر چہ ابوعلی جیسا کافر بھی ہو۔

گستاخوں کے حالات فقیر کی تصنیف ''گستاخوں کا بدانجام'' میں پڑھیے۔

اولیاء کے گستاخ

اولیاء ومشائخ اور علماءِ باعمل پر اعتراض کرنا بھی محرومی ہے بلکہ ان کی صحبت سے برکات نصیب نہ ہوں گے نہ ہی ان سے علمی فیض حاصل ہوسکیں گے جیسے موسیٰ وخضر علیہم السلام کا واقعہ شاہد عادل ہے حالانکہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے معاہدہ کرایا کہ:

فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (پارہ ۱۵،سورۃ الکھف ،ایت ۷۰)

ترجمہ: تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

لیکن پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اعتراض کیا تو جدائی پر نوبت آ گئی اور ساتھ رہنے کے برکات اور علمی فیوضات کے حاصل کرنے سے رہ گئے اور وہ علوم آپ علیہ السلام کو میسر نہ ہوئے جو آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل ہونے تھے۔

خوارج کی بدقسمتی

خوارج کی بدقسمتی ہے کہ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اسی وجہ سے صرف ان کا خروج ہوا بلکہ دین حق سے خارج ہوگئے اور انہیں **کلاب النار** اور **شر قتلی تحت ادیم السماء** کے القاب نصیب ہوئے۔

ولی اللہ کے گستاخ کی کہانی

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ایک شاگرد آپ کا نافرمان نکلا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت سے گر گیا ہے۔ چنانچہ بعد میں اسے ہیجڑوں کے ساتھ پھرتا دیکھا گیا پھر چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ یہ اسے دنیا میں سزا ملی اور آخرت میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا اور نہ ہی اسے نظر کرم سے نوازے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے ہجران وفراق میں رہے گا۔

فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے۔

ھیں مکن باشد کامل جدل   تانباشد گمراھی اور ابدال

خبردار مرشد کامل سے جھگڑا نہ کرنا کہ وہ تیرے لئے اس کے عوض گمراہی ہو۔

بہر حال انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور سرورِ عالم ﷺ کا معاملہ نہایت ہی نازک ہے لاشعوری سے لوگ بعض ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جوان کے نزدیک تو معمولی ہوتی ہیں لیکن اللہ کے نزدیک بہت سخت ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہی باتیں جہنم میں لے جانے والی ہوتی ہیں۔اسی لئے مسلمان پر لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام بالخصوص حضور سرورِ عالم ﷺ اور اُولیائے کرام وعلمائے عظام بالخصوص صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں ایسے الفاظ سے اجتناب کیا جائے جو انجام کی بربادی کا موجب بنیں۔

وماعلینا الا البلاغ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور، وارد کراچی بابُ المدینہ۔ پاکستان

۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ بروز بدھ (چہارشنبہ)